ریحان احمد یوسفی

عروج وزوال کا قانون ـــــ تاریخ کی روشنی میں

(۵)

امت مسلمہ سے متعلق عروج وزوال کا ضابطہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امت مسلمہ کا پس منظر

اس سے قبل کہ ہم امت مسلمہ کے عروج وزوال کے ضمن میں قرآن کا قانون واضح کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کی تشکیل کا پس منظر بیان کر دیا جائے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو آزمایش کے لیے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آزمایش میں انسانیت کی مدد کے لیے متعدد اہتمام کیے۔ ان میں سے ایک آخری درجہ کا اہتمام وہ تھا جس کا تفصیلی ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ یعنی ایک رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اور وہ آخرت میں ہونے والی سزا و جزا کی داستان کو اس دنیا میں عملاً برپا کر کے دکھا دیتا ہے۔ اس طرح رسول کی قوم دنیا کے لیے ایک حسی نشان بن جاتی ہے کہ جس طرح دنیا میں خدا کے رسول کی نافرمانی پر تباہی آتی ہے اور فرماں برداری پر غلبہ نصیب ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن خدا کے فرماں برداروں کا مقدر ابدی عروج اور نافرمانوں کا مقدر ابدی زوال ہوگا۔

تاہم آزمایش کی اس دنیا میں ہمیشہ یہی ہوا کہ ایک رسول کے ماننے والے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان برائیوں، خصوصاً شرک میں مبتلا ہوتے چلے گئے جو دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں اور حق محض تاریخ کی ایک داستان بن کر رہ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ قدیم دنیا میں ایک دوسری صورت حال پیدا ہو چکی تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت کی کم و بیش تمام متمدن دنیا میں حکومتی

طاقت شرک کی محافظ تھی اور اہل حق کو مذہبی تعذیب کا نشانہ بنا کر توحید کے راستے سے روکا جاتا تھا۔ اس طرح حق کے آزادانہ طور پر پہنچنے کے امکانات ہی ختم ہو چلے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اس اسکیم کے خلاف تھا جس کے تحت انسان کے پاس یہ اختیار تھا کہ وہ اپنی مرضی سے حق کے رد و قبول کا فیصلہ کر سکے۔

ہمارے پاس جو معلوم تاریخی ریکارڈ ہے، وہ تقریباً اسی عرصے میں منضبط ہونا شروع ہوا ہے۔ اسی لیے وہ لوگوں کے عقائد کی داستان ہمیشہ شرک کے حوالے سے سناتا ہے۔ حالانکہ قرآن نے اس دور کے رسولوں اور ان کی اقوام کی جو داستان بیان کی ہے، مثلاً ہود، صالح، لوط اور شعیب وغیرہ اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ کی طرح اس دور میں بھی جاری تھا۔ بد اعتقادی اور بد اعمالی کا غلبہ اس قدر ہوتا تھا کہ قوم تباہ ہو جاتی تھی، مگر حق قبول نہ کرتی تھی۔ یعنی انسانیت توحید کی راہ سے اس طرح اتری کہ اس کا واپس آنا بہت مشکل ہو چکا تھا۔

ان حالات میں آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم کو کار رسالت کے ساتھ ایک دوسری ذمہ داری کے لیے قبول کیا۔ وہ ذمہ داری یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف آزمایشوں سے گزارا اور جب وہ ان میں کامیاب ہو گئے تو انھیں انسانیت کی امامت کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ اس امامت کے نتیجے میں نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ کی اولاد میں خاص کر دیا گیا اور آپ کی اولاد میں سے دو عظیم الشان امتیں اٹھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان امتوں کی تاسیس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ وہ شرک کی ان زنجیروں کو بالجبر توڑ ڈالیں جنھوں نے انسانیت کو صدیوں سے جکڑ رکھا تھا۔ دوسرے ان کی شکل میں ایک ایسا معاشرہ ہر دور میں انسانوں کے سامنے رہے جو توحید کی بنیاد پر قائم ہو اور جہاں اللہ کے نبیوں کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق لوگ ایک خدا پرستانہ زندگی گزارتے ہوں۔ اس طرح وہ حق کی شمع کی صورت ظلمتوں میں بھٹکے ہوؤں کے لیے منزل کا نشان بن کر، ہمیشہ روشن رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے عروج کو اپنی فرماں برداری اور ان کے زوال کو اپنی نافرمانی سے مشروط کر دیا۔ اس طرح حق لوگوں کے لیے تاریخ کی ایک سنی سنائی داستان نہ رہا، بلکہ حال کی ایک زندہ تصویر بن کر ان کے سامنے مجسم ہو گیا کہ کس طرح خدا اپنے فرماں برداروں پر رحمتیں اور غداروں پر عذاب نازل کرتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.com

حضرت ابراہیم کی امامت

قرآن میں حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کے نصب امامت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو وہ اس نے پوری کر دکھائیں۔ فرمایا: بے شک میں تمھیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ اس نے پوچھا: اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا: میرا یہ عہد ان لوگوں کو شامل نہیں ہے جو ظالم ہوں گے۔'' (البقرہ ۲: ۱۲۴)

اس آیت میں نہ صرف حضرت ابراہیم کے امام بنائے جانے کا بیان ہے، بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اولادِ ابراہیم کے لیے نصبِ امامت کا ضابطہ وہی ہے جو ابراہیم کے لیے تھا۔ یعنی جس طرح ابراہیم کو اس کے رب نے آزمایا، اسی طرح اولادِ ابراہیم کو بھی آزمایا جائے گا۔ جو لوگ اس امتحان میں پورے اترے، انھیں دنیا میں عروج واقتدار نصیب ہوگا۔ جنھوں نے ظلم و نافرمانی کی راہ اختیار کی وہ اس منصب کے حق دار نہیں۔ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کی پوری تاریخ کا فلسفہ اسی ایک آیت میں بیان ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم آگے چل کر ان دونوں کی تاریخ سے یہ بات دکھائیں گے کہ عالم اسباب میں رہتے ہوئے، ان کا عروج و زوال خدا سے وفاداری اور شریعت کی پاس داری سے وابستہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی روشنی میں حضرت ابراہیم کو بڑھاپے میں دو عظیم بیٹے اور پیغمبر اسمٰعیل اور اسحاق عطا کیے گئے۔ انھیں اپنے اس مقام کا بخوبی احساس تھا۔ چنانچہ عقیدہ اور عمل کی سطح پر خدا سے وفادار رہنے پر اپنی اولاد کو متنبہ کرنا اور خدا سے اس کے لیے دعا کرنا حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کا خاصہ رہا ہے۔

ان میں سے چھوٹے صاحب زادے اسحاق کو کنعان (موجودہ فلسطین) کے علاقے میں آباد کیا گیا اور پہلے انھی کی اولاد کو منصب امامت سے سرفراز کیا گیا۔ جبکہ بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ کے حکم کے مطابق مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ان کی والدہ محترمہ ہاجرہ کے ہمراہ آباد کر دیا گیا۔ اس موقع پر جو شان دار دعا حضرت ابراہیم نے فرمائی، وہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ آپ کی ذریت کا اصل مشن توحید سے عقیدہ اور عمل کی سطح پر وفاداری اور اس کی بنیاد پر ایک خدا پرستانہ معاشرے کا قیام ہے اور جو لوگ اس ضمن میں آپ کی پیروی نہیں کریں گے، ان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں:

> ”اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے دعا کی: اے میرے رب، اس سرزمین کو پر امن بنا اور مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کو پوجیں۔ اے میرے رب، ان بتوں نے لوگوں میں سے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر رکھا ہے تو جو میری پیروی کرے، وہ مجھ سے ہے۔ اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے میرے رب، میں نے اپنی اولاد میں سے ایک بن کھیتی کی وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے میرے رب، تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں۔ تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔ اے میرے رب، تو جانتا ہے جو ہم پوشیدہ رکھتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ اے میرے رب، مجھے نماز کا اہتمام کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے میرے رب، اور میری دعا قبول فرما۔“
>
> (ابراہیم ۱۴: ۳۵۔ ۴۱)

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

آل ابراہیم کا عروج و زوال

امامت کے اس منصب کا مطلب خدا کی کسی قوم سے خصوصی قرابت نہیں کہ ہر حال میں اس قوم کی مدد کرے، بلکہ یہ پورا

معاملہ آزمایش کے اصول پر کیا گیا تھا۔ چنانچہ نزول قرآن کے وقت خدا نے یہ واضح کر دیا کہ نافرمانی کی صورت میں وہ ماضی میں عذاب دینے میں کبھی جھجکا ہے اور نہ مستقبل میں جھجکے گا۔ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل، دونوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نہ تمھاری آرزووں سے کچھ ہونے کا ہے نہ اہل کتاب کی۔ جو کوئی برائی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے مقابل کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائے گا۔'' (النساء۴:۱۲۳)

سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) میں بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی داستان بیان کی گئی اور اسے ان کے اعمال سے منسوب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے اس فیصلہ سے کتاب میں آگاہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد مچاؤ گے اور بہت سر اٹھاؤ گے۔ پس جب ان میں سے پہلی بار کی میعاد آئی تو ہم نے تم پر اپنے زور آور بندے مسلط کر دیے تو وہ گھروں میں گھس پڑے اور شدنی وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے تمھاری باری ان پر لوٹائی اور تمھاری مال و اولاد سے مدد کی اور تمھیں ایک کثیر التعداد جماعت بنا دیا۔ اگر تم بھلے کام کرو گے تو اپنے لیے اور اگر برے کام کرو گے تو بھی اپنے لیے۔ پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو ہم نے تم پر اپنے زور آور بندے مسلط کر دیے) تاکہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ وہ مسجد میں گھس پڑیں جس طرح پہلی بار گھس پڑے تھے اور تاکہ جس چیز پر ان کا زور چلے اسے تہس نہس کر ڈالیں۔ کیا عجب کہ تمھارا رب تم پر رحم فرمائے۔ اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی وہی کریں گے۔'' (بنی اسرائیل ۱۷:۴-۸)

بنی اسرائیل کے بعد بنی اسماعیل کو منصب امامت پر فائز کیا گیا اور انھیں بتا دیا گیا کہ ایسا نہیں ہے کہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کے بعد خدا کے پاس اور لوگ نہیں بچے کہ وہ ہر حال میں ان کے ناز نخرے اٹھاتا رہے گا۔ فرمایا:

''ایمان والو، جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا (تو اللہ کو کوئی پروا نہیں)، وہ جلد ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، وہ مسلمانوں کے لیے نرم مزاج اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہے بخشے گا۔ اور اللہ بڑی سمائی رکھنے والا اور علم والا ہے۔'' (المائدہ۵:۵۴)

اس تنبیہ کے ساتھ خدا سے وفاداری کی صورت میں حکومت و اقتدار کا وعدہ بنی اسماعیل سے اس طرح کیا گیا:

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں اقتدار بخشے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو اقتدار بخشا جو ان سے پہلے گزرے، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو متمکن کرے گا جس کو ان کے لیے پسندیدہ ٹھیرایا، اور ان کی اس خوف کی حالت کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کریں گے تو درحقیقت وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

(النور۲۴:۵۵)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آل ابراہیم سے لیا گیا عہد

قرآن کے ابتدائی حصہ میں موجود سورۂ بقرہ وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے امامت کے منصب سے ان دونوں امتوں کے نصب وعزل کی کہانی اور خدا سے وفاداری کے اس میثاق کا تذکرہ کیا ہے جو ان دونوں سے لیا گیا۔ ابتدائی تمہید کے بعد سورہ کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کیا اور اس عہد کی پاس داری کی طرف انھیں متوجہ کیا جو وہ خدا سے کر چکے ہیں۔ فرمایا:

''اے بنی اسرائیل، یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمھارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھی سے ڈرو۔'' (البقرہ ۲: ۴۰)

اس کے بعد ان کی تاریخ کے بعض اہم واقعات کے حوالے سے ان پر فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ اسی تذکرے میں بنی اسرائیل کے دوسرے جرائم کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل سے متعدد عہد لیے گئے تھے، مگر وہ ہر دفعہ عہد شکن ثابت ہوئے۔ ان میں سے خصوصاً شریعت کی پاس داری کا عہد بڑے غیر معمولی حالات میں لیا گیا تھا:

''اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے تم سے عہد لیا اور تمھارے اوپر طور کو اٹھایا (اور حکم دیا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے، اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور سنو (اور مانو)۔ انھوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔'' (البقرہ ۲: ۹۳)

ان کے اس جواب 'سمعنا و عصینا ' کے مقابلے میں ہم آگے چل کر ایسے ہی میثاق کے موقع پر بنی اسماعیل کا جواب بھی نقل کریں گے جو اس کے بالکل متضاد ہوگا۔ پھر اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ امامت کا منصب اصل میں سیدنا ابراہیم کو دیا گیا تھا اور ابراہیم واسماعیل کی نسل سے ایک امت مسلمہ کی بعثت پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی اسکیم میں شامل تھی۔ اب یہ منصب بنی اسرائیل سے ان کی نافرمانی کے نتیجے میں سلب کیا جا رہا ہے اور آل ابراہیم کی دوسری شاخ یعنی بنی اسماعیل میں منتقل کیا جا رہا ہے، جنھوں نے توحید کی دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ تحویل قبلہ کا حکم (یعنی بیت المقدس سے بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم) اس کی علامت تھی جس کے فوراً بعد بنی اسماعیل کو اس منصب پر فائز کرنے کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''اور اسی طرح (یعنی جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو اس منصب پر فائز کیا تھا) ہم نے تمھیں ایک بیچ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے۔'' (البقرہ ۲: ۱۴۳)

یہ بات زیادہ صراحت سے سورۂ حج (۲۲) آیات ۷۵۔ ۷۸ میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورہ کے آخر تک شریعت کے احکامات دیے گئے ہیں تاکہ اس خدا پرستانہ معاشرہ کی بنیادیں دنیا کے سامنے آجائیں۔ سورہ کے آخر میں شریعت سے پاس داری کے ان کے اقرار کا بیان اس طرح ہے:

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس پر اس کے رب کی طرف سے اتاری گئی اور مومنین بھی۔ یہ سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر۔ (ان کا اقرار ہے کہ) ہم خدا کے رسولوں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔'' (البقرہ ۲: ۲۸۶)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

صحابۂ کرام نے بنی اسرائیل کے 'سمعنا و عصینا ' کے برعکس 'سمعنا و اطعنا' کے الفاظ کہے۔ یہی وہ الفاظ اور عہد ہے جس کی یاددہانی شریعت کے آخری احکامات اترتے وقت اس طرح کرائی گئی:

''اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جب تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' (المائدہ ۵:۷)

آل ابراہیم کا عروج وزوال ـــــــ تاریخ کی روشنی میں

ہمیں اس باب میں صرف قرآن کے حوالے سے ہی قانونِ عروج وزوال بیان کرنا تھا، مگر مذکورہ بالا قرآنی بیانات کو تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان کرنا بھی اپنے اندر افادیت کا پہلو رکھتا ہے۔ خاص طور پر اس اعتبار سے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے بارے میں ہمارے ہاں عام طور پر لوگوں کو آگاہی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کی تاریخ انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کر رہے ہیں جس سے یہ بات بالکل مبرہن ہو کر سامنے آجائے گی کہ بنی اسرائیل اور اسی طرح بنی اسماعیل کا عروج وزوال خدا کی اطاعت سے مشروط رہا ہے۔ جب تک انھوں نے ایسا کیا خدا نے انھیں عزت و سرفرازی نصیب فرمائی اور جب انھوں نے اس سے پہلوتہی کی تو خدائی عذاب کا کوڑا ان پر برس گیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بنی اسرائیل کی تاریخ

حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب ایک نبی تھے۔ آپ کا لقب اسرائیل (خدا کا بندہ) تھا۔ اسی بنا پر آپ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے حضرت یوسف نبی تھے۔ قرآن کی سورۂ یوسف میں بالتفصیل آپ کا قصہ بیان ہوا جس میں بتایا گیا ہے کہ انھی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر میں منتقل کیا جو اس وقت تہذیب انسانی کا سب سے بڑا مرکز اور شرک کا گڑھ تھا۔ آپ عملاً مصر کے حاکم مطلق تھے۔ اس لیے آپ کے خاندان کو وہاں غیر معمولی تکریم نصیب ہوئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان مقاصد کی تکمیل شروع کر دی جس کے لیے ان کو چنا گیا تھا اور وہ مصر کی مشرکانہ اور اخلاق باختہ سوسائٹی میں حق کا نمونہ بن کر رہنے لگے۔ تاہم انھیں مصر کی مشرکانہ تہذیب کے اثرات سے بچانے کے لیے مصریوں سے الگ تھلگ جشن کی زمین میں بسایا گیا۔ (پیدایش ۴۷:۶)

تاہم کئی صدیوں تک مصر کی مشرکانہ سوسائٹی میں رہنے کے بعد بنی اسرائیل میں شرک کے جراثیم سرایت کر گئے۔ اور وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہے کہ مصریوں پر حق کی شہادت دے سکیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ مصر میں اس دوران میں ایک زبردست سیاسی تبدیلی رونما ہوگئی۔ حضرت یوسف کے زمانے میں ہکساس (HYKSOS) یعنی چرواہے بادشاہوں کی حکومت تھی جو عربی النسل تھے۔ ان کے بعد قبطی قوم اقتدار پر قابض ہوگئی جس کے ساتھ بنی اسرائیل کے لیے بھی

سخت وقت شروع ہو گیا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بحیثیت رسول دوطرفہ مشن کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کا ایک پہلو تو وہی تھا جو تمام رسولوں کی بعثت کا ہوا کرتا ہے۔ یعنی فرعون اور اس کے حواریوں پر اتمام حجت کرنا۔ دوسرا یہ کہ بنی اسرائیل کو قبطیوں کی غلامی سے نجات دلا کر انھیں بحیثیت امت پوری دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

حضرت موسیٰ پر ان کی قوم ایمان لے آئی۔ فرعون پر اتمام حجت کے بعد آل فرعون کو ہلاک کر دیا گیا اور بنی اسرائیل کو نہ صرف مصریوں کی غلامی سے رہائی مل گئی، بلکہ انھیں کتاب و شریعت کی نعمت سے سرفراز کرنے اور حکومت واقتدار پر فائز کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ حضرت موسیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے اور اس راہ میں پیش آنے والی سختیوں پر صبر کا نقد انعام تھا (الاعراف ۷: ۱۳۷)۔ مصر سے نکلنے کے بعد صحراے سینا میں ان کے لیے پانی اور من وسلویٰ کا بندوبست کیا گیا۔ آسمان کے بادل دھوپ سے بچانے کے لیے ان پر سایہ فگن کر دیے گئے۔

اس موقع پر بہت مناسب ہوگا کہ اس عہد و پیمان کی تفصیل بیان کر دی جائے جو بنی اسرائیل کو شریعت دیتے وقت لیا گیا تھا۔ اس کا ذکر استثنا میں کئی جگہ کیا گیا ہے، تاہم باب ۲۸ میں اس کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے:

> ''اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات کو جاں فشانی سے مان کر اس کے ان سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں، احتیاط سے عمل کرے تو خداوند تیرا خدا سب قوموں سے زیادہ تجھ کو سرفراز کرے گا۔ اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سنے تو یہ سب برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو ملیں گی۔ شہر میں بھی تو مبارک ہوگا اور کھیت میں بھی مبارک ہوگا۔ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے چوپایوں کے بچے یعنی گائے بیل کی بڑھتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے مبارک ہوں گے۔ تیرا ٹوکرا اور تیری کٹھوتی، دونوں مبارک ہوں گے۔ اور تو اندر آتے وقت مبارک ہوگا اور باہر جاتے وقت بھی مبارک ہوگا۔ خداوند تیرے دشمنوں کو جو تجھ پر حملہ کریں تیرے روبرو شکست دلائے گا۔ وہ تیرے مقابلہ کو تو ایک ہی راستہ سے آئیں گے پر سات سات راستوں سے ہو کر تیرے آگے سے بھاگیں گے۔ خداوند تیرے انبار خانوں میں اور سب کاموں میں جن میں تو ہاتھ لگائے برکت کا حکم دے گا اور خداوند تیرا خدا اس ملک میں جسے وہ تجھ کو دیتا ہے، تجھے بخشے گا۔ اگر تو خداوند اپنے خدا کے حکموں کو مانے اور اس کی راہوں پر چلے تو خداوند اپنی اس قسم کے مطابق جو اس نے تجھ سے کھائی تجھ کو اپنی پاک قوم بنا کر قائم رکھے گا۔ اور دنیا کی سب قومیں یہ دیکھ کر کہ تو خداوند کے نام سے کہلاتا ہے تجھ سے ڈر جائیں گی۔ اور جس ملک کو تجھ کو دینے کی قسم خداوند نے تیرے باپ دادا سے کھائی تھی، اس میں خداوند تیری اولاد کو اور تیرے چوپایوں کے بچوں کو اور تیری زمین کی پیداوار کو خوب بڑھا کر تجھ کو برومند کرے گا۔ خداوند آسمان کو جو اس کا اچھا خزانہ ہے، تیرے لیے کھول دے گا کہ تیرے ملک میں وقت پر مینہ برسائے اور وہ تیرے سب کاموں میں جن میں تو ہاتھ لگائے برکت دے گا اور تو بہت سی قوموں کو قرض دے گا پر خود قرض نہیں لے گا۔ اور خداوند تجھ کو دم نہیں، بلکہ سر ٹھیرائے گا اور تو پست نہیں، بلکہ سرفراز ہی رہے گا بشرطیکہ تو خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں تجھ کو آج کے دن دیتا ہوں سنے اور احتیاط سے ان پر عمل کرے۔ اور جن باتوں کا میں آج کے دن تجھ کو حکم دیتا ہوں، ان میں سے کسی سے دہنے یا بائیں ہاتھ مڑ کر اور معبودوں کی پیروی اور عبادت نہ کرے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

> لیکن اگر تو ایسا نہ کرے کہ خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو یہ سب لعنتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ پر لگیں گی۔ شہر میں بھی تو لعنتی ہوگا اور کھیت میں بھی تو لعنتی ہو گا۔ تیرا ٹوکرا اور تیری کٹھوتی دونوں لعنتی ٹھیریں گے۔ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے گائے بیل کی بڑھتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے لعنتی ہوں گے۔ تو اندر آتے لعنتی ٹھیرے گا اور باہر جاتے بھی لعنتی ٹھیرے گا۔ خداوند ان سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے لعنت اور اضطراب اور پھٹکار کو تجھ پر نازل کرے گا، جب تک کہ تو ہلاک ہو کر جلد نیست و نابود نہ ہو جائے۔ یہ تیری ان بداعمالیوں کے سبب سے ہوگا جن کو کرنے کی وجہ سے تو مجھ کو چھوڑ دے گا۔ خداوند ایسا کرے گا کہ وبا تجھ سے لپٹی رہے گی۔ جب تک کہ وہ تجھ کو اس ملک سے جس پر قبضہ کرنے کو تو وہاں جا رہا ہے فنا نہ کر دے۔ خداوند تجھ کو تپ دق اور بخار اور سوزش اور شدید حرارت اور تلوار اور بادِ سموم اور گیروئی سے مارے گا اور یہ تیرے پیچھے پڑے رہیں گے، جب تک کہ تو فنا نہ ہو جائے۔ اور آسمان جو تیرے سر پر ہے پیتل کا اور زمین جو تیرے نیچے ہے لوہے کی ہو جائے گی۔ خداوند مینہ کے بدلے تیری زمین پر خاک و دھول برسائے گا یہ آسمان سے تجھ پر پڑتی ہی رہیں گی، جب تک کہ تو ہلاک نہ ہو جائے۔ خداوند تجھ کو تیرے دشمنوں کے آگے شکست دلائے گا۔ تو ان کے مقابلے کے لیے تو ایک ہی راستہ سے جائے گا اور ان کے سامنے سے سات سات راستوں سے ہو کر بھاگے گا اور دنیا کی تمام سلطنتوں میں تو مارا مارا پھرے گا۔ اور تیری لاش ہوا کے پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوراک ہوگی اور کوئی ان کو ہنکا کر بھگانے کو بھی نہ ہوگا... اور تو اپنے سب دھندوں میں ناکام رہے گا اور تجھ پر ہمیشہ ظلم ہی ہوگا اور تو لٹتا ہی رہے گا اور کوئی نہ ہوگا جو تجھ کو بچائے۔ عورت سے منگنی تو تو کرے گا اور دوسرا اس سے مباشرت کرے گا۔ تو گھر بنائے گا پر اس میں بسنے نہ پائے گا۔ تو تاکستان لگائے گا اور اس کا پھل استعمال نہ کرے گا...
> تیرے بیٹے اور بیٹیاں دوسری قوم کو دی جائیں گی اور تیری آنکھیں دیکھیں گی اور سارے دن ان کے لیے ترستی رہ جائیں گی ... اگر تو اس شریعت کی ان سب باتوں پر جو اس کتاب میں لکھی ہیں احتیاط رکھ کر اس طرح عمل نہ کرے کہ تجھ کو خداوند اپنے خدا کے جلالی اور مہیب نام کا خوف ہو تو خداوند تجھ پر عجیب آفتیں نازل کرے گا اور تیری اولاد کی آفتوں کی بڑھا کر اور بڑی اور دیرپا آفتیں اور سخت اور دیرپا بیماریاں کر دے گا۔'' (استثنا: ۲۸)

بنی اسرائیل کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خدا سے وفاداری اور شریعت کی پاس داری کے اس عہد کی آخری درجہ میں پابندی کی ہے۔ جب جب انھوں نے غداری و سرکشی کی تو ان پر بدترین عذاب مسلط کر دیے گئے اور وفاداری کی صورت میں ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیے گئے۔ سورۂ بقرہ کے آغاز میں بنی اسرائیل کو سزا و جزا کی یہی داستان سنائی گئی ہے۔

اس داستان کا آغاز حضرت موسیٰ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ آپ کے زمانے میں ان پر انعام و اکرام کا معاملہ تو اوپر بیان ہو گیا کہ نہ صرف فرعون سے انھیں نجات دلائی گئی، بلکہ صحرا میں ان کے کھانے پینے اور ان پر سائے کے لیے غیر معمولی انتظامات کیے گئے۔ تاہم جب حضرت موسیٰ کوہِ طور پر گئے اور ان کے پیچھے بنی اسرائیل بچھڑے کو خدا بنا بیٹھے تو انھیں اس جرم پر شدید عذاب دیا گیا۔ اس طرح کہ تمام مجرموں کو ان کے ہم قبیلہ اور خاندان کے لوگوں نے قتل کیا (البقرہ ۲: ۵۴،

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

خروج ۳۲: ۲۵۔۳۰)۔اسی طرح جب انھوں نے جہاد پر جانے کے حضرت موسیٰ کے حکم کے معاملے میں بزدلی دکھائی تو فلسطین کی زمین چالیس سال کے لیے ان پر حرام کر کے صحرا میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔(المائدہ ۵: ۲۶)۔

حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع بن نون ہوئے اور ان کے زمانے میں بنی اسرائیل نے شام و فلسطین کو فتح کر لیا۔ یوں خدا کا وہ وعدہ ان کے حق میں پورا ہوا جو اس مقدس سرزمین کے بارے میں ان سے کیا گیا تھا (یشوع ۱:۱۔۶)۔تاہم اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس زمانے تک مصر کے زوال کا عمل تیزی سے شروع ہو چکا تھا۔جبکہ فلسطین کا علاقہ تہذیب انسانی کا مرکز بن رہا تھا اور یہاں کی اقوام گردن تک شرک کی دلدل میں دھنسی ہوئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی شکل میں ایک خدا پرست قوم کو ان کے درمیان آباد کر دیا گیا۔ یہ وہی معاملہ تھا جو پہلے مصر میں کیا گیا تھا۔اس دوران میں ان کی رہنمائی کے لیے نبی ان میں آتے رہے اور ان کے اجتماعی امور کی نگرانی قاضی کیا کرتے تھے،مگر صدیوں کے تعامل کے بعد ایک دفعہ پھر وہی کچھ ہونے لگا جو مصر میں ہوا تھا یعنی ایک طرف تو بنی اسرائیل میں شرک کے اثرات تیزی سے سرائیت کرنے لگے (قضاۃ ۲: ۱۱۔۱۳) اور دوسری طرف بنی اسرائیل سیاسی طور پر مغلوب ہونے لگے۔ان کے اردگرد آباد مشرک اقوام نے متحد ہو کر ان پر حملے شروع کر دیے اور فلسطین کے بڑے حصے سے انھیں بے دخل کر دیا۔اس پر بنی اسرائیل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا اور انھوں نے اس دور کے نبی حضرت سموئیل سے درخواست کی کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیا جائے تا کہ وہ بھی قومی حیثیت میں مشرکوں کا مقابلہ کر سکیں۔ان کی درخواست پر ان کے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا گیا۔ان کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور طالوت کی زیر قیادت انھوں نے مشرکوں کو شکست دے کر اپنا اقتدار قائم کر لیا (البقرہ ۲: ۲۴۱۔۲۵۱)۔ یہیں سے بنی اسرائیل کی تاریخ کا سب سے روشن باب شروع ہوتا ہے جب طالوت کے بعد سیدنا داؤد اور پھر سیدنا سلیمان کے زمانے میں بنی اسرائیل کے اقتدار کا سکہ پورے مشرقِ وسطیٰ جو کہ اس دور کی تہذیب کا مرکز تھا پر چلنا شروع ہو گیا۔اس دور میں بنی اسرائیل کے اقتدار کا کیا عالم تھا اور کس طرح توحید کی بنیاد پر قائم اس معاشرے نے اردگرد کے مشرکوں پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا،اس کا ایک نمونہ وہ واقعہ ہے جو ملکۂ سبا اور حضرت سلیمان کے حوالے سے سورۂ نمل (۲۷) آیات ۱۵۔۴۴ میں مذکور ہے۔ یہ زمانہ ۱۰۰۰ ق م کے لگ بھگ کا ہے۔

تاہم حضرت سلیمان کے بعد چند صدیوں کے اندر اندر بنی اسرائیل میں وہ تمام برائیاں پیدا ہو گئیں جن کے خلاف انھیں جنگ کرنا تھی۔آنجناب کی عظیم حکومت دو ریاستوں یہودیہ اور اسرائیل میں تقسیم ہو گئی۔اس دوران میں کثرت کے ساتھ نبیوں نے بنی اسرائیل کو ان کی غلط روی پر متنبہ کیا،مگر بے سود۔آخر کار خدائی عذاب کا کوڑا بنی اسرائیل پر برس پڑا۔ پہلے ریاست اسرائیل آشوریوں کے حملوں میں برباد ہو گئی۔۷۲۱ ق م میں اشوری حکمران سارگون نے اس کے دارالحکومت سامریہ کو فتح کر لیا۔دوسری طرف ۵۸۷ ق م میں یہودیہ کی ریاست کے تمام شہر بابل کے حکمران بخت نصر کے حملے میں برباد ہو گئے۔ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور ہیکل سلیمانی کو زمین بوس کر دیا گیا۔اور بخت نصر بنی اسرائیل کو غلام بنا کر بابل لے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گیا۔

یہ بنی اسرائیل کے فساد کے جواب میں خدا کی پہلی عظیم سزا تھی جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) آیات ۴۔۸ میں کیا گیا ہے۔اس کے بعد خدا نے ان کے حال پر مہربانی کی۔ایرانی حکمران سائرس نے انھیں بابل کی غلامی سے نجات دلائی اور واپس فلسطین آنے کی اجازت دی۔ہیکل کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور حضرت عزیر کی رہنمائی میں بنی اسرائیل کے دین کی ایک دفعہ پھر تجدید کی گئی۔ان کی تجدید کی مساعی اس قدر موثر تھی کہ اس واقعہ کے تین صدی بعد بھی جب یونانی حکمرانوں نے بنی اسرائیل پر شرک مسلط کرنا چاہا تو انھوں نے بھرپور مزاحمت کی اور آخر کار ان کو فلسطین سے باہر نکال دیا۔انعام کے طور پر خدا نے ان کی سلطنت کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس کا علاقہ حضرت سلیمان کے دورِ اقتدار سے بھی بڑھ گیا۔تاہم ایک صدی کے اندر یہ اخلاقی روح فنا ہوتی چلی گئی۔جس کے نتیجے میں خدا نے رومیوں کو ان پر مسلط کر دیا اور رومی فاتح پومپی نے ۶۳ق م میں یروشلم پر قبضہ کر کے ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور بالواسطہ رومی حکومت قائم کر دی۔اس عرصہ میں بنی اسرائیل کا زوال اپنی انتہاؤں کو پہنچ رہا تھا جس کا اظہار اینٹی پاس نامی یہودی حکمران کے دربار میں ایک رقاصہ کی فرمایش پر سیدنا یحییٰ کے قتل سے ہوا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بحیثیت امت آخری مہلت کے طور پر بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ جیسے جلیل القدر رسول کو مبعوث فرمایا۔انھوں نے آخری درجہ میں بنی اسرائیل کو تنبیہ کی، مگر حب دنیا اور ظاہر پرستی کے پھندوں میں گرفتار بنی اسرائیل نہ صرف یہ موقع گنوا بیٹھے، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر انھوں نے آپ کے قتل کی سازش کر ڈالی۔اللہ تعالیٰ نے اس آفتاب رسالت کو اٹھا لیا اور اس جرم عظیم کی پاداش میں بنی اسرائیل کو منصب امامت سے معزول کر کے ایک زبردست سزا دینے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے عرصے بعد یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کی جسے فرو کرنے کے لیے رومی حکمران ٹیٹس نے یروشلم پر حملہ کر کے پوری آبادی کو تہس نہس کر ڈالا۔اور یہودیوں کو اس طرح فلسطین سے نکالا کہ وہ دو ہزار سال تک یہاں واپس نہ لوٹ سکے۔

بنی اسرائیل کی تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کا یہ ایک انتہائی مختصر بیان ہے جو نہ صرف اس بات پر گواہ ہے کہ کس طرح وہ دنیا میں امامت کے منصب پر فائز رہے، بلکہ تاریخ کے اس آئینے میں یہ بات بھی صاف نظر آتی ہے کہ ان کے عروج و زوال کا تمام تر انحصار صرف اس بات پر تھا کہ وہ کس حد تک خدا کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com